رمضان المبارک عسر یسر، رضا ولقاء الٰہی کا مضمون

نیز پاکستانی احمدیوں کے دکھ اور انکے لئے دعا کی تحریک

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ رمئی ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرہ: ۱۸۶-۱۸۷)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں رمضان المبارک کی آمد آمد کی خوشخبری دی گئی ہے اور اس موقع پر مومنوں کو جو دینی، روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کا ذکر فرمایا گیا ہے اور جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کا بیان کیا گیا ہے اور ان ذمہ داریوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر مومنوں کے بارے میں جو ذمہ داریاں ڈالنی ہیں ان کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس مہینے کی برکتوں کا جہاں تک تعلق ہے سب سے بڑی، سب سے اہم برکت جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے وہ خود قرآن کریم کا نزول ہے۔ فرمایا اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ کہ ایک ایسا عظیم الشان کلام اس مہینے میں اتارا گیا یعنی کلام الٰہی کے نزول کے آغاز کا یہ مہینہ ہے۔ اور یہ معنی بھی ہیں کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں مسلسل جبرائیل بار بار تشریف لاتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم کا مکمل دور کرواتے رہے جتنا قرآن بھی اس وقت تک نازل ہو چکا تھا۔ تو یہ وہ مہینہ ہے جس مہینہ میں قرآن کا نزول شروع ہوا اور مسلسل آنحضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک قرآن کریم جتنا بھی نازل ہو چکا ہوتا تھا اس کی اس مہینہ میں تکرار کی جاتی تھی اور بار بار وہی قرآن کریم دوبارہ نازل فرمایا جاتا تھا پس خدا تعالیٰ اس عظیم الشان برکت کی طرف توجہ دلا کر فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جس کسی کو بھی یہ مہینہ دیکھنے کی سعادت نصیب ہو فَلْيَصُمْهُ وہ اس میں ضرور روزے رکھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص پر بھی یہ مہینہ آجائے وہ روزے رکھے کیونکہ یہ مہینہ کمزوروں پر بھی آتا ہے، طاقتوروں پر بھی آتا ہے، ان پر بھی آتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور ان پر بھی آتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

مہینہ تو ایک جغرافیائی حقیقت کا نام ہے جو دنیا کے طبعی جغرافیہ سے تعلق رکھنے والی حقیقت ہے اس لئے یہ تو سب پر آتا ہے۔ شَهِدَ مِنْكُمُ میں جہاں شَهِدَ فرمایا گیا وہاں صرف یہ مراد نہیں کہ جو تم میں سے اس مہینے کو دیکھے بلکہ شہادت کے تمام تفصیلی معانی یہاں مراد ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو اس مہینہ کا عرفان رکھتا ہو، جو اس مہینہ کا منتظر ہو اور پھر اسے پالے۔ جو اس مہینہ پر خدا کی طرف سے نگران مقرر فرمایا گیا ہے، اس کے حقوق ادا کرنے کی نگرانی جس کے سپرد کی گئی ہے۔ شہادت کے یہ سارے معانی ہیں اس کے علاوہ بھی اور معانی ہیں۔ پس شَهِدَ مِنْكُمُ سے مراد یہ ہے کہ تم میں سے ہر وہ شخص جس کا رمضان کے مہینہ کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کیا گیا ہے۔ جو اس کا منتظر رہتا ہے اور پھر اسے دیکھ لیتا ہے، وہ جو اس کے معارف سے واقف ہے، اس کے فوائد سے آگاہ ہے، وہ جس کے ذمہ اس کی ذمہ داریاں ڈالی گئیں ہیں، جس کے ذمہ اس کے تقدس کی حفاظت کی گئی ہے، ہر وہ شخص جب رمضان کو پالے فَلْيَصُمْهُ تو پھر وہ روزے رکھے۔ لیکن ایسے اشخاص جن میں یہ تمام

صفات پائی تو جاتی ہیں مگر مریض ہیں یا سفر کی حالت میں ہیں تو وہ اس مہینہ کے بدلے اور دنوں میں روزے رکھ لیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔ یہ جو فرمایا گیا اس میں عبادت کا فلسفہ بیان فرما دیا گیا ہے۔ اگرچہ رمضان کی عبادت سے جسمانی تنگی کا بھی تعلق ہے اور بعض رمضان کے مہینے جو بعض علاقوں میں نہایت شدید گرمی کی حالت میں آتے ہیں ان میں بہت سخت جسمانی اذیت بھی انسان کو پہنچتی ہے مگر اذیت دینا خدا کا مقصود نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ پابندی نہیں لگائی جاتی کہ جو گرمیوں کے روزے ہیں انہیں پورا کرنے کے لئے ویسی ہی شدید گرمیوں کا انتظار کیا جائے ویسے ہی تکلیف دہ حالات کا انتظار کیا جائے جب وہ آئیں تو رکھو تا کہ وہ بدلہ پورا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ ہمارا مقصد دکھ دینا اور تکلیف پہنچانا نہیں ہے اس لئے ہم اس شرط کو اڑا دیتے ہیں اور اگر تم واقعۃً مجبور ہو کر اس مہینے میں روزے نہیں رکھ سکتے تو تمہیں کھلی آزادی ہے کہ روزوں کی گنتی پوری کرو۔ خواہ وہ نسبتاً آسان دنوں میں پوری کرو یا اسی طرح کے سخت دنوں میں پوری کرو۔

تمام عبادات میں یہی فلسفہ شامل حال ہے۔ کسی جگہ بھی عبادت بذات خود اذیت کا موجب نہیں، نہ اذیت سے اللہ تعالیٰ کوئی لذت پاتا ہے۔ بنی نوع انسان کو دکھ میں مبتلا کر کے خدا تعالیٰ کوئی فرحت نہیں پاتا۔ نہ دکھ میں مبتلا ہونا براہ راست انسان کے لئے تزکیہ نفس کا موجب بن سکتا ہے۔ عبادت کی اصل روح اطاعت ہے۔ اطاعت کے ساتھ اگر دکھ وابستہ ہو تو اس دکھ کو خوشی سے قبول کیا جائے۔ اور اطاعت کے ساتھ اگر فرحت وابستہ ہو تو زبردستی اس فرحت کو دکھ میں تبدیل نہ کیا جائے بلکہ خوشی سے اس فرحت کو بھی قبول کیا جائے اور یہ کوشش نہ کی جائے کہ محبوب کی خاطر زبردستی تکلیف اٹھا کر اسے خوش ہونے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

یہ روح جو ہے زبردستی کسی کو خوش کرنا، کسی کی خاطر تکلیف اٹھا کر، یہ اسلامی عبادات سے کلیۃً مفقود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موضوع پر بارہا مختلف مواقع پر مسلمانوں کو نصائح فرمائیں اور خوب کھول کھول کے واضح فرمادیا کہ تم خدا تعالیٰ کو سختیوں کے ذریعہ مجبور نہیں کر سکتے۔ یعنی اپنے جسم کو سختی میں ڈال کر اپنی جان کو مشقت میں ڈال کر زبردستی تم خدا کی رضا حاصل

نہیں کر سکتے ۔اگر اس دوڑ میں تم پڑ گئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تم کبھی ہرا نہیں سکو گے ۔ وہ تمہیں توڑ کے رکھ دے گا۔لیکن تم زبردستی خدا کو کبھی خوش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ۔عبادت کی روح اطاعت ہے اور اطاعت کے ساتھ یہ شرط ہے کہ جس حال میں بھی ہو اس حال میں اطاعت کی خاطر اپنے محبوب کی رضا کو اپنی رضا کے اوپر غالب کر دیا جائے چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ جو فرماتے ہیں:

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

(کلام محمود صفحہ:۲۷۳)

یہ وہی فلسفہ ہے ۔اصل مقصود رضائے باری تعالیٰ ہے ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

(درثمین صفحہ:۱۱۳)

کہ اسلام کا خلاصہ چاہتے ہو تو وہ تو صرف یہ ہے ”خدا کے لئے فنا“ اللہ کے لئے اپنی ذات کے اوپر ایک فنا طاری کر دو۔ ”ترک رضائے خویش“ اپنی ذاتی مرضی، اپنی ذاتی خواہشات کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دو۔ یہ ہے اسلام کا خلاصہ۔

چنانچہ اس دوران اگر تکلیف ہو تو اس سے راضی رہو، اگر آرام پہنچے تو اس آرام کو بھی عبادت سمجھو۔ یہ اسلامی فلسفہ ایسا ہے جو تمام انسانی زندگی کی ہر حالت پر محیط ہو جاتا ہے اور اسلامی عبادات کو دوسری تمام عبادات کے تصور سے بالکل ممتاز کر لیتا ہے۔ جتنے دیگر مذاہب ہیں ان میں عبادت کے ساتھ جان کنی تکلیف اور اذیت کا مفہوم شامل ملتا ہے۔کسی بھی مذہب کی عبادت کا تصور آپ ڈھونڈیں ان کی کتب میں یا ان کی روایات میں تو اس تصور میں یہ ایک جزو لاینفک ملے گا آپ کو جو اس سے الگ نہیں ہو سکتا کہ اگر تم خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے عمداً تکلیف اٹھاؤ اور محض اس لئے تکلیف اٹھاؤ کہ خدا تمہاری تکلیف سے راضی ہوتا ہے۔

چنانچہ ان تصورات کے تابع ایسے واقعات ہمیں ہندوستان کے مختلف مذاہب میں ملتے ہیں کہ بعض لوگوں نے بازو کھڑا کیا اور کھڑے کھڑے بازو سوکھ گیا اور انہوں نے اسی کو عبادت سمجھا کہ خدا کی خاطر ایک بازو کو اونچا کھڑا کیا اور پھر کسی حالت میں نیچے نہیں گرنے دیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں سوکھ گیا اور یہ بہت بڑا معرکہ سمجھا گیا۔ لمبی فاقہ کشی ایسی جو جسم کو بالکل توڑ کے دکھ دے۔ یہ بھی عبادت سمجھی گئی اور کئی قسم کی مشقتیں باقاعدہ عبادت کا حصہ بنائی گئیں۔ جتنی زیادہ مشقتیں کوئی شخص برداشت کرسکتا ہے سمجھا جاتا ہے کہ اتنا ہی بڑا وہ رشی بن جاتا ہے اتنا ہی بڑا وہ پیر اور فقیر ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی تعلیم کے مطابق خوب کھول کھول کر اس مضمون کو واضح فرمایا کہ عبادت کا بذات خود مشقت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ برعکس معاملہ ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تم اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو خدا بھی تم سے پیار کرتا ہے۔ اور اپنے پیارے کے لئے آسانی چاہی جاتی ہے نہ کہ تکلیف۔ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ہرگز تمہارے لئے خدا تعالیٰ تکلیف نہیں چاہتا۔

جب اس مضمون کو ہم سمجھتے ہیں تو ایک ایک پہلو کھل کے سامنے آجاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مضمون انسان کی ساری زندگی پر حاوی ہو گیا ہے۔ جب عبادت کا یہ مفہوم ہی نہیں رہا کہ تکلیف اٹھائی جائے اور عبادت کا مفہوم صرف رضائے باری تعالیٰ کا حصول ہے تو انسانی زندگی میں تو دو ہی قسم کے حالات آتے ہیں یا مشقت یا راحت۔ جس کی مشقت بھی خدا کی خاطر ہو جائے اور جس کی راحت بھی خدا کی خاطر ہو جائے اس کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن گیا۔ اس فلسفہ سے باہر جتنے فلسفے ہیں وہ انسانی زندگی کے ہر حصہ کو عبادت بنا سکتے ہی نہیں ناممکن ہے۔ جب ایک عیسائی راحت محسوس کرتا ہے ازدواجی زندگی میں تو وہ اس عبادت کے تصور سے ہٹ کر محسوس کرتا ہے جو اسے رہبانیت کی تعلیم دیتی ہے۔ جب ایک سادھو ہندوستان کے کسی جنگل میں آرام کرتا ہے تو اس عبادت کے تصور سے ہٹ کر آرام کرتا ہے جو اسے مسلسل مشقت پر آمادہ کرتی چلی جاتی ہے۔ غرضیکہ دنیا کے جتنے مذاہب ہیں ان میں سے ایک بھی ایسا مذہب نہیں جس کا عبادت کا فلسفہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہو۔ ایک صرف اسلام ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے کو عبادت بنا دیا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد جو بارہا آپ سن چکے ہیں لیکن ہر دفعہ وہ ایک نئی لذت اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر تم بیوی کے منہ میں اس خیال سے لقمہ ڈالو کہ میرے مولا کی رضا یہ ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کا خیال رکھو۔ تو یہ لقمہ ڈالنا بھی تمہارا عبادت بن جائے گا۔ (۔۔۔۔) جو پیار اور محبت کا مزہ ہے وہ تو الگ نہیں ہوگا وہ تو بہر حال آئے گا۔ لیکن یہ لقمہ بھی عبادت بن جائے گا۔ ازدواجی زندگی کا ہر فعل جو اس فلسفہ کے تابع اختیار کیا جاتا ہے وہ عبادت الٰہی بن جاتا ہے۔ پس انسانوں میں سے ایک ہی کامل وجود ہے یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر کامل دین نازل ہوا۔ ان معنوں میں بھی کامل کہ انسانی زندگی کے ہر لمحے پر وہ دین حاوی ہوگیا۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ کو ارشاد ہوا قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: ۱۶۳) کہ تو اس مقام پر فائز ہے کہ تو بنی نوع انسان میں یہ اعلان کرسکتا ہے اور ہم تجھے اجازت دیتے ہیں بلکہ اس بات کا امر کرتے ہیں کہ اعلان کردے اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ میری عبادتیں، میری قربانیاں، میری زندگی کا ہر پہلو اور اس زندگی میں جو میں ہر وقت خدا کی خاطر موت قبول کرتا ہوں۔ مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ کا صرف یہ مطلب نہیں کہ میرا زندہ رہنا اور بالآخر میرا مرجانا بلکہ مراد یہ ہے کہ اس زندگی میں وہ تمام کیفیات جو آسانی سے مشابہت رکھتی ہیں اور وہ تمام کیفیات جو مشکلات سے مشابہت رکھتی ہیں، مشکلات کے قریب تر ہیں یعنی موت کے، وہ تمام کیفیات اور ان کے دونوں انتہائی کنارے بھی یہ سب کچھ میرے خدا کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔

تو عجیب بات ہے اور یہی اسلام کا حسن ہے کہ جہاں آسانی پیدا کردی اسی سادہ سے فقرے میں مشکلات بھی رکھ دیں اور ایسی تعلیم بھی دے دی جو سب تعلیمات سے زیادہ مشکل بھی ہوجاتی ہے۔ ایک سالک کے لئے آسانی دیکھیں تو کتنی آسانی ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ تمہیں آسانی پہنچائے اور تمہارے لئے عبادات دقتوں کا ذریعہ اور تکالیف کا ذریعہ نہ بنیں۔ دوسری طرف ساری زندگی پر اس مضمون کو حاوی کر کے نیت کا اطلاق جس انسانی صورت حال پر ہوتا ہے ہر اس چیز کو عبادت بنا کر انسانی زندگی کو خدا کی رضا میں جکڑ دیا ہے۔ اس کا کوئی لمحہ اپنا نہیں رہنے دیا اور یہ اتنا مشکل کام ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے کبھی

کسی انسان پر اتنی مشکل نہیں ڈالی تھی لیکن یہ آخری مقام والوں کے لئے مشکل ہے آغاز کرنے والوں کے لئے یا درمیانی راہوں میں چلنے والوں کے لئے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔تو کیسا حسین کلام ہے ایک ہی فقرے میں آسانیاں بھی پیدا کر دیں اور ایسی جن کی کوئی مثال نہیں اور مشکلات بھی ایسی پیدا کر دیں کہ ان کی بھی کوئی مثال نہیں لیکن وہ مشکلات ایسی ہیں جو اپنے ساتھ آسانیوں کو جنم دیتی چلی جاتی ہیں۔فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (الم نشرح:۶-۷) کا قانون بھی جاری ہو جاتا ہے۔ایک عجیب جہان ہے اسلامی عبادات کا جس کے پاسنگ کو بھی دوسرے نسبتاً ادنیٰ حالت کے مذاہب نہیں پہنچ سکتے۔

یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ میں ایک اور سبق بھی ہمیں دے دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر خدا آسانی چاہتا ہے تو عبادات میں جہاں جہاں بھی کوئی مشکل ہمیں ملتی ہے اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔یا تو یہ کہ وہ مشکل ہماری ترقی کے لئے، ہماری بقا کے لئے ضروری تھی جسے نظر انداز کیا نہیں جا سکتا۔مثلاً ماں بچے کے لئے آسانی چاہتی ہے اس میں تو کوئی شک نہیں لیکن صبح مار پیٹ کے سکول بھی بھجواتی ہے شدید گرمی ہو یا شدید سردی ہو تب بھی اسے مجبور کر دیتی ہے اپنے آرام کو چھوڑ کر سکول جانے کے لئے اس لئے تو نہیں کہ ماں بچے کے لئے نرمی نہیں چاہتی اس سے زیادہ تو بچہ کا کوئی بھی ہمدرد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مجبور ہے۔وہ جانتی ہے کہ اس کے بغیر اس بچے کی کامیابی ممکن نہیں ہے، یہ زندگی میں ایک کامیاب وجود بن نہیں سکتا۔پس اس فلسفہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ خدا آسانی چاہتا ہے مشکل نہیں چاہتا۔جہاں جہاں بھی عبادات میں مشکلات نظر آئیں گی اس کا ایک طبعی حل یہ سامنے آجائے گا کہ یہ مشکلات، مشکلات کی خاطر نہیں رکھی گئیں بلکہ انسانی ترقی کے لئے ان کا عبور کرنا ایک لازمہ ہے اس کے بغیر انسان آگے بڑھ نہیں سکتا اس لئے مشکلات رکھنے والے کے لئے طبیعت میں کوئی بغض پیدا نہیں ہو سکتا۔مشکلات ایسے مواقع پر رکھنے والے کے لئے کسی قسم کا دل میں کوئی بوجھ نہیں آتا بلکہ اگر انسان سمجھ لے اس مضمون کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ ایک مجبوری ہے جو ہماری بھلائی کی خاطر درپیش ہے اسے راہ سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

دوسری طرف ایک اور مضمون کی طرف بھی دھیان جاتا ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ کہ جہاں تک ہم کسی چیز کو اپنے لئے مشکل سمجھتے ہیں بعض دفعہ واقعۃً وہ

ایک مشکل چیز ہوتی ہے اور بعض دفعہ محض ایک نسبتی مضمون ہوتا ہے حقیقت میں وہ چیز مشکل نہیں ہوتی۔ اور وہ نسبتی مضمون بعض دفعہ زاویہ بدلنے سے نیا رنگ اختیار کر لیتا ہے، بعض دفعہ تجربے کے بعد کچھ عرصے کے بعد ایک نیا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ وہ چیزیں جنہیں آپ شروع میں مشکل سمجھتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد آپ جب اس مذاق کو Acquire کر لیتے ہیں۔ اس سے لطف اٹھانے کے طریقے سیکھ لیتے ہیں تو آپ حیرت سے دیکھتے ہیں کہ کیوں آپ اس چیز کو مشکل سمجھا کرتے تھے اور باتوں کو تو چھوڑئیے یہ مضمون ساری زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔

ایک بچے کے چلنے ہی کو لے لیجئے۔ کتنا مشکل مضمون ہے اس کے لئے جب وہ شروع میں ٹھوکریں کھاتا گرتا کئی قسم کے آلات کا سہارا لیتا، کبھی بڑوں کی انگلیاں پکڑتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ میں دو قدم اٹھا سکوں لیکن نہیں اٹھائے جاتے، جہاں اس سہارے کو چھوڑتا ہے وہاں گر جاتا ہے۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد وہ ان مقامات سے آگے بڑھ جاتا ہے تو چلنا اور آہستہ چلنا اس کے لئے ایک نعمت اور راحت بن جاتا ہے اور لمبا عرصہ اگر اسے بستر پر لیٹنے پر مجبور ہونا پڑے تو وہ دن حسرت اور دکھ سے یاد کرتا ہے کہ میں چلا کرتا تھا۔ حالانکہ آغاز میں اگر آپ دیکھیں تو لیٹنا اس کی راحت تھا اور چلنا اس کے لئے عذاب تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں لیٹنا اس کے لئے عذاب بن گیا اور چلنا اس کے لئے راحت ہو گیا۔

اسی طرح مختلف مذاق ہیں کھانوں کے ان کا ذوق شوق ہے۔ حالات کے بدلنے سے، تربیت کے بدلنے سے تھوڑی دیر کے بعد جب انسان ہر طرف نظر دوڑاتا ہے تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ حقیقت اپنی ذات میں ایک گھومنے والی چیز ہے جو کہیں ایک جگہ ایک مقام پر Fix نہیں کی جاسکتی کھڑی، نہیں کی جاسکتی۔ زاویہ نگاہ بدلتا ہے آپ کی رفتاریں بدلتی ہیں، آپ کے رخ بدلتے ہیں اور حقیقتیں بھی بدلتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انسان ہر اس چیز میں اعتماد کھو دیتا ہے جسے پہلے وہ یقین کے ساتھ اچھی یا بری سمجھا کرتا تھا۔ ایسی صورت میں صرف ایک ہی ذات ہے جو بغیر نسبت کے دیکھنے والی ذات ہے، جو بہتر جان سکتی ہے کہ کس جگہ آپ کا فائدہ ہے اور کس جگہ آپ کا نقصان ہے۔ اس کے سوا ممکن ہی نہیں ہے کہ آپ جو تمام زندگی نسبتوں میں پرورش پانے والے وجود ہیں، نسبتی حیثیتوں سے فیصلہ دینے والے وجود ہیں آپ معلوم کر سکیں کہ کیا آپ کے لئے بہتر ہے اور کیا آپ کے لئے

برا ہے۔ چنانچہ ایک مردار کے پاس جب گدھوں کو آپ دیکھتے ہیں یا کتوں کو دیکھتے ہیں کتنے مزے سے اور کس قدر لذتیں اٹھا اٹھا کر وہ اس مردار کو کھا رہے ہوتے ہیں جس کے پاس سے گزرنا بھی آپ کے لئے ایک مصیبت ہے اور آپ حیرت سے ان کو دیکھتے ہیں کہ ان بدنصیبوں کے نصیب میں یہی گندگی رہ گئی تھی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ محض زاویہ بدلنے کی بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے کسی کے نصیب میں بھی محض گندگی نہیں رکھی ہر تخلیق کو ایک مذاق عطا فرمایا ہے ایک زاویہ نظر عطا فرمایا ہے اور وہی چیز جو آپ کو گندگی نظر آ رہی ہے وہ اس کے لئے ایک نعمت بے بہا ہے، ایک غیر مترقبہ نعمت ہے۔ چنانچہ اس کتے کے دل سے پوچھیں جو اس گندگی سے لذت اٹھا رہا ہوتا ہے کہ وہ کس موج میں ہے اور اگر آپ پوچھ نہیں سکتے تو اس پر روڑا اٹھا کر اس کو بھگانے کی کوشش کریں، اس نعمت سے محروم کرنے کی کوشش کریں جسے آپ گند سمجھتے ہیں پھر دیکھیں وہ کس طرح آپ پر حملہ آور ہوتا ہے۔

تو نسبتیں بدل جاتی ہیں اور صرف ایک ہی ذات ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے وہی ہے جو جانتا ہے کہ کس کے لئے کیا چیز مفید ہے کس کے لئے کیا نعمت ہے اور کیا گند ہے اور بسا اوقات انسانی زندگی میں ایسے حالات آتے ہیں کہ کبھی ایک چیز کو وہ نعمت سمجھ رہا ہوتا ہے کبھی دوسری چیز کو نعمت سمجھ رہا ہوتا ہے، کبھی ایک چیز کو گند سمجھ رہا ہوتا ہے کبھی دوسری چیز کو گند سمجھ رہا ہوتا ہے اور عمومی طور پر جب انسانی ذوق کے دائرے پر آپ نگاہ ڈالتے ہیں تو ان سب چیزوں سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اس لئے صرف ایک ذات ہے اور وہی عالم الغیب والشہادۃ ہے، وہی خالق و مالک ہے جو حقائق الاشیاء سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس انسان کے لئے کون سی چیز بہتر ہے اور جو چیز اس کے لئے بہتر ہے وہ بسا اوقات اس کے لئے اس وقت دکھ کا موجب بن سکتی ہے، تکلیف کا موجب بھی بن سکتی ہے اور وہ یہ سمجھ سکتا ہے اس وقت کہ یہ میرے لئے بہتر نہیں ہے۔ مثلاً جیسا کہ میں نے مثال دی تھی کہ ایک گندگی کھانے والے کتے کے لئے اس سے بہتر غذا بھی ہو سکتی ہے ہر چند کہ اسے اس گندگی میں لطف آ رہا ہے لیکن ہو سکتا ہے اس سے بہت بہتر غذا اس کی صحت کے لئے ہر لحاظ سے آپ مہیا کر دیں، تازہ گوشت مہیا کریں، دودھ مہیا کریں، اور چیزیں جو کتے کے لئے ضروری ہیں وہ مہیا کریں لیکن اس وقت اگر آپ اس کو ہٹائیں گے تو وہ آپ پر حملہ آور ہو گا۔

یہی سلوک قومیں اپنے وقت کے انبیاء سے کیا کرتی ہیں وہ دنیا کی گندگیوں میں مگن

ہو کر اس وقت ان گندگیوں کو اپنے لئے بہترین غذا سمجھ رہی ہوتی ہیں اور جب وہ اعلیٰ روحانی غذا لے کر خدا کے شہزادے آسمان سے اترتے ہیں اوران کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو اسی طرح ان پر حملہ آور ہوتے ہیں جیسے کتا یہ سمجھ کر کہ مجھے نعمتوں سے محروم کیا جارہا ہے گندگی سے باز رکھنے والوں پر غراتا اور حملہ کرتا ہے۔تو یہ مثال ہر طرح سے سوفی صدی تو صادق نہیں آتی مگر سمجھانے کے لئے ایک پہلو اس کا میں نے دکھایا ہے کہ یہ صادق آ بھی جاتی ہے اور انسانی زندگی چونکہ جانوروں کی زندگی سے زیادہ وسیع مضمون رکھتی ہے، زیادہ وسیع تجارب رکھتی ہے، زیادہ وسیع پہلو ہیں اس کی دلچسپیوں اور ذوق کے اس لئے ایک انسان کی زندگی میں بسا اوقات آپ کو مختلف جانوروں کے حالات بھی نظر آجاتے ہیں۔انسان گرتا ہے تو ایسی کیفیات تک پہنچ جاتا ہے جسے قرآن کریم سؤر کی کیفیت بیان فرماتا ہے، جب گرتا ہے تو ایسی کیفیات تک بھی پہنچ جاتا ہے جسے قرآن کریم بندر کی کیفیت بیان فرماتا ہے، ایسی کیفیات تک بھی پہنچ جاتا ہے جسے قرآن کریم کتے کی کیفیات بیان فرماتا ہے اور جب ترقی کرتا ہے اور آسمانی راہنما کے تابع ،اس کی ہدایت کے تابع اپنے ذوق کو بلند تر کرتا چلا جاتا ہے تو پھر فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔پھر اس کی حد الوہیت کی حدوں سے جاملتی ہے۔

پس قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے جو عبادتیں تمہارے لئے فرض فرمائیں ان کا بنیادی فلسفہ یہ ہے يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تکلیف نہیں چاہتا یہ یقین رکھو اور جب یہ یقین رکھو گے تو ہر عبادت بالآخر تمہیں لذتوں کی طرف لے کے جائے گی کیونکہ اگر وہ تکلیف نہیں پہنچانی چاہتا تو جو تمہیں تکلیف محسوس ہو رہی ہے تمہارے اندر کوئی نقص ہے، کوئی کمزوری ہے، کوئی بیماری ہے، کوئی بگڑا ہوا زاویہ نظر ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے گا تو تم یقین کرو گے اور حق الیقین تک پہنچ جاؤ گے کہ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا تھا تکلیف نہیں چاہتا تھا۔

جب اس مضمون پر آپ اس رنگ میں غور کرتے ہیں تو انبیاء کی وہ کیفیت سمجھ آجاتی ہے کہ سخت عبادتوں میں راتیں کھڑی ہو کر گزار رہے ہوتے ہیں اور آپ انہیں نہ بھی دیکھیں ان کے واقعات پڑھ کر ان پر رحم کرتے ہیں وہ بیچارے بڑی مصیبتوں میں مبتلا تھے اور خدا ان کو مخاطب کر کے فرمارہا ہوتا ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (الم نشرح ۸۔۹) تو کھڑا ہو تکلیف کی خاطر

نہیں رغبت حاصل کرنے کے لئے ۔اپنے رب سے لذتیں پانے کے لئے ۔

چنانچہ ایک ہی دنیا میں کئی قسم کی دنیائیں آباد ہیں ۔لاکھوں کروڑوں قسم کے انسان ہیں اور ہر ایک کی ایک نئی دنیا ہے اور موت اور زندگی کے مابین ،عسر اور یسر کے درمیان اتنی منازل ہیں کہ ان کی کوئی انتہا نہیں کوئی شمار ممکن نہیں لیکن اگر آپ اللہ پر بھروسہ کریں اور اس پر یقین کامل رکھیں اس کی بتائی ہوئی عبادتوں کو اپنے لئے آسانی یقین کریں ۔تو بالآخر آپ کا ہر قدم آپ کو مشکلات سے آسانیوں کی طرف لے کر جائے گا۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ پس اللہ تعالیٰ جب روزے فرض فرماتا ہے اور ایک خاص مہینے میں فرض فرماتا ہے تو جن سے وہ روزے چھٹ جائیں فرماتا ہے تم بہر حال عدت کو پورا کر لو اور اللہ کی تکبیر کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور یہ رمضان کا مہینہ اور یہ سارا نظام اس لئے خدا نے رکھا ہے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تا کہ تم اس کے شکر گزار بندے بنو اور ظاہر بات ہے کہ انسان مصیبتوں اور تکلیفوں پہ تو شکر ادا نہیں کیا کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظام جو صوم اور صلوٰۃ کا نظام ہے جس کا یہاں ذکر ہے۔ خصوصاً صوم کی عبادت، یہ عبادت اتنی بڑی نعمتیں اپنے اندر رکھتی ہے، یہ نظام اتنا انسان کا محسن ہے کہ جو انسان بھی اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ سوائے اس کے کہ اللہ کا شکر کرے کچھ راہ نہیں پاتا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ رمضان سے گزرنے کے بعد سوائے اس کے کہ تم خدا کے اور زیادہ شکر گزار بندے بن جاؤ اور کوئی کیفیت نہیں ہو سکتی۔

پھر اس کے نتیجے میں جو آخری انعام ہے وہ حیرت انگیز انعام ہے جس کے اوپر انعام ممکن نہیں وہ لقائے باری تعالیٰ ہے اور یادرکھیں کہ لقاء ممکن نہیں رضا کے بغیر۔ رضائے باری تعالیٰ پہلے ہے اور لقائے باری تعالیٰ بعد میں ہے۔ بعض لوگ لقاء کے آسان رستے ڈھونڈتے ہیں،صوفیاء سے پیروں فقیروں سے وہ جنتر منتر تلاش کرتے ہیں، وہ تعویذ گنڈا ڈھونڈتے ہیں جس سے گھر بیٹھے لقائے باری تعالیٰ حاصل ہو جائے اور بعض دفعہ وہ اس میں تکلیف بھی اٹھاتے ہیں لیکن اصل مضمون جو عبادت کا یہاں بیان ہوا اس کے بعد لقائے باری تعالیٰ کو رکھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعویذوں میں اور جنتر منتر میں اور خدا کی خاطر بعض کلمات کو بار بار دہرانے میں رضائے باری تعالیٰ نہیں ہے۔ جس طرح خدا زندگی بسر کرنے کا ارشاد فرماتا ہے اس طرح زندگی بسر کرنے میں رضا ہے

اور جب رضا حاصل نہیں ہوگی تو لقاء کیسے حاصل ہو جائے گی۔ پس اپنی عبادات کو درست کرو پھر لقاء کی تمنا رکھو اور خدا وعدہ کرتا ہے اے محمد ﷺ! وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھتے ہیں فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ میں قریب ہوں۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں ان بندوں کو جو میری تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، جو میری خاطر نکلتے ہیں، جو مجھے ڈھونڈنے کے لئے ایک سفر اختیار کرتے ہیں ان کو خوشخبری دیتا ہوں اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کہ جب وہ مجھے بلاتے ہیں تو میں ان کی پکار کو سنتا ہی نہیں اس کا جواب دیتا ہوں فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ان کو بھی تو چاہئے کہ وہ میری دعوت کے اوپر لبیک کہا کریں، میری باتوں کو تسلیم کیا کریں، جس طرح میں چاہتا ہوں اس طرح زندگی بسر کریں۔ تو دوبارہ توجہ دلا دی کہ خالی لقاء کوئی چیز نہیں ہے۔ لقاء رضا کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس سے پہلے بھی رضا کی شرط رکھی گئی ہے اور اس کے بعد بھی رضا کی شرط رکھی گئی ہے۔

جو حقیقۃً لقاء کے مقام پر پہنچتے ہیں وہ پہلے سے بڑھ کر رضا کے جویاں ہو جاتے ہیں۔ پہلے سے بڑھ کر انہیں اطاعت کا چسکا پڑ جاتا ہے، اس کی لگن لگ جاتی ہے۔ تو پہلے بھی اطاعت کا مضمون رکھا اور بعد میں بھی اطاعت کا مضمون رکھا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے بعد میں رکھنے کا کہ ابھی تک گویا ان کو ایمان ہی نصیب نہیں ہوا تھا اور خدا مل گیا تھا اور خدا کی باتوں کا انکار کرتے تھے تب بھی خدا مل گیا تھا بلکہ اس میں ترقی کا اگلا زینہ دکھایا گیا ہے۔

رمضان کی عبادتوں اور دیگر عبادتوں کے ذریعہ جب انسان خدا کی طرف حرکت کرتا ہے اللہ اسے ایک لقا ایک جلوہ عطا فرماتا ہے اور اس جلوے کے نتیجے میں وہ وہیں بیٹھ نہیں رہتا بلکہ پہلے سے بڑھ کر زیادہ لگن زیادہ شوق زیادہ ذوق کے ساتھ وہ خدا کی مزید جستجو کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ سب پھل اس کو اطاعت کے نتیجے میں ملا تھا۔ اس لئے اطاعت میں پہلے سے زیادہ ترقی کر جاتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ اس کا ایمان ضائع نہیں گیا اور حقیقت میں ایک زندہ خدا، قدرتوں والا خدا موجود ہے اس لئے وہ ایمان میں بھی ترقی کر جاتا ہے اور رشد کو پا جاتا ہے یعنی اس عقل کل کو پا جاتا ہے جسے بعض

مذاہب نے بدھا کا نام دیا ہے، بعضوں نے گیان کہا ہے۔ لیکن در حقیقت عقل خدا کے وجود کی حقیقت کو اس حد تک سمجھنے کا نام ہے، جس حد تک انسانی بناوٹ میں یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو سمجھ سکے۔ رشد عرفان کا نام ہے۔ تو فرماتا ہے کہ انسان پھر عرفان کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے بہت سے فوائد ہیں اور جیسا کہ ابھی آپ نے سنا ہے ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ خدا اپنے بندے کی پہلے سے زیادہ سنتا ہے اور اس کے بالکل قریب آجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو رمضان کی برکات بیان فرمائیں ان میں یہ مضمون بھی بڑا کھول کر بیان فرمایا کہ رمضان کے دنوں میں اللہ تعالیٰ قریب آجاتا ہے انسان کے۔ اتنا قریب کہ اور کسی عبادت میں اتنا قریب نہیں آتا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ہر نیکی کی کوئی جزا ہے اور خدا فرماتا ہے کہ روزے کی جزا میں خود ہوں (بخاری کتاب التوحید حدیث نمبر: ۶۹۳۸)۔ یعنی میں اس عبادت کا مقصود بالذات ہوں اور پھر وہ سلوک فرماتا ہے جو اپنوں کے ساتھ مالک کیا کرتے ہیں۔ پھر جو چاہیں آپ درخواستیں کریں پھر خدا سنتا ہے اور مانتا ہے۔ انسان سے لاڈ اور ناز کے سلوک فرماتا ہے۔ اس لئے ایک بہت ہی عظیم الشان برکتوں والا مہینہ ہے۔

خاص طور پر آج کل جو جماعت پر حالات ہیں ان میں ضرورت ہے کہ جماعت میں کثرت کے ساتھ اہل اللہ پیدا ہوں۔ اس کثرت کے ساتھ تعلق باللہ والے پیدا ہوں کہ خدا سے ایک رشتہ نہ رہے۔ ہزار رشتے نہ رہیں، لاکھوں، کروڑوں رشتے بن جائیں۔ ایک پیارے کی آواز کو اگر کبھی نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ لاکھوں کروڑوں پیاروں اور محبت کرنے والوں اور محبوبوں کی آوازیں اٹھ رہی ہوں اور خدا تعالیٰ ان کو نظر انداز فرما دے۔ وہ تو اتنا پیار کرنے والا، اتنا وفا کرنے والا ہے کہ ایک پیارے کی آواز کو بھی رد نہیں کیا کرتا۔ بعض دفعہ ایک کی خاطر وہ قوموں کی تقدیر بدل دیا کرتا ہے۔ اس لئے بہت کثرت سے دعائیں کریں اور دعاؤں سے پہلے رضا کا تعلق قائم کریں۔ یاد رکھیں جب تک رضا کے مضمون کو آپ نہیں سمجھتے، عبادت کے مفہوم کو آپ نہیں سمجھتے اس وقت تک لقاء ممکن نہیں ہے اور جب تک حقیقی لقاء نہ ہو اس وقت تک فَإِنِّي قَرِيبٌ کی آواز آپ کو نہیں آسکتی۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ کی آواز آپ نہیں سن سکتے اس لئے دعاؤں کی مقبولیت کے لئے یہ تمام شرائط ہیں ان کو خوب اچھی طرح سمجھ

کر اس میدان میں ترقی کریں۔

کبھی احمدیت کو شاید اتنی دعاؤں کی ضرورت نہ پڑی ہو جتنی آج ضرورت ہے۔ ہر طرف سے دشمن انتہائی بھیانک سازشیں کر رہا ہے اور وہ مقدس وجود یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم میں موجود نہیں ہیں جن کی ایک ذات کے ساتھ ساری کائنات کا دل دھڑک رہا تھا۔ خدا کی نظریں جب آپ پر پڑتی تھیں تو اپنے زمانے میں چونکہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب اور خلیفہ تھے اس لئے ساری کائنات کا آپ خلاصہ تھے ایک دل تھے گویا اور وہ صحابہ جن کی آپ نے تربیت فرمائی جن کو آپ نے اعلیٰ منازل اور مقامات تک پہنچایا وہ بھی بہت کم رہ گئے ہیں اور مصیبتیں ہیں کہ پہلے سے بڑھتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں، دکھ ہیں جو پھیلتے چلے جا رہے ہیں اور زیادہ گہرے بھی ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ مشکلات جو کبھی ملکی حیثیت رکھتی تھیں اب وہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گئیں ہیں۔ بڑی بڑی قومیں ان سازشوں میں ملوث ہو چکی ہیں اور ایسے قرائن ہی نہیں بلکہ بعض شواہد مل رہے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتیں بھی جماعت کو نہایت بری نظروں سے دیکھ رہی ہیں اور جماعت کے خلاف ہر سازش کرنے والے کی مددگار اور معین ہیں۔ تو جب حالات یہ ہوں تو سوائے اس کے چارہ ہی کوئی نہیں کہ اور زیادہ شدت کے ساتھ اور زیادہ الحاح اور درد کے ساتھ اپنے خدا کی طرف دوڑیں۔ اور ایک تعلق نہ ہو دنیا کے ہر کونے، ہر جگہ میں جہاں احمدیت بستی ہے وہاں خدا والی احمدیت بس رہی ہو۔ جہاں احمدی بستے ہیں وہاں خدا والے بس رہے ہوں۔ ان مصیبتوں کو آپ گھیر لیں۔ جب دشمن حملہ کر کے گھیرا ڈالتا ہے تو اس کا ایک ہی علاج ہوا کرتا ہے کہ اس گھیرے کو توڑ کر اس دشمن کو گھیرے میں ڈال لیا جائے۔ پس جب ہر طرف سے بدنیت اور بد باطن دشمن احمدیت کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپ چاروں طرف سے خدا کی مدد کو پکارتے ہوئے ہر طرف سے دشمن کو گھیرے میں لے لیں اور احمدیت خدا کی نصرت کی لپیٹ میں آجائے، اللہ تعالیٰ کی تائید اور محبت کی لپیٹ میں آجائے اس وسیع تر دائرے کی لپیٹ میں آجائے جسے دنیا کی کوئی طاقت پھر توڑ نہیں سکتی۔

پس اصل گر یہی ہے دنیا کی کوششیں، دنیا کے اسباب، حکمت کے ذرائع اختیار کرنا یہ سارے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصل چیز مقبول دعا ہے اور اصل چیز تعلق باللہ ہے۔ آج کل

خصوصیت کے ساتھ پاکستان میں جو دردناک حالات گزر رہے ہیں وہ آپ کی روحانیت کو انگیخت کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ پہلے اگر یہ مشکل تھا بھی تو اب مشکل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ روحانیت کا تعلق قلبی تحریکات سے ہوتا ہے جذبات سے ہوتا ہے، خشک ملائیت اور روحانیت کا کوئی جوڑ نہیں۔ ایک رسمی دین کا اور روحانیت کا کوئی جوڑ نہیں اور روحانیت دکھوں سے گزر کے حاصل ہوتی ہے۔ پس ایک یہ بھی عسر کی وجہ ہے عسر بذات خود مراد نہیں، مقصود نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب دکھوں میں سے آپ گزرتے ہیں تو آپ کی روحانیت ترقی کرتی ہے اور آپ ایک یسر کے مضمون میں، آسانی کے مضمون میں داخل ہو جاتے ہیں، اللہ کی پناہ میں آجاتے ہیں اس کے پیار کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے اگر ویسے دل میں کوئی سختی ہو یا خشکی ہو تو اپنے پاکستانی بھائیوں کا خیال کریں بڑی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔

ابھی حال ہی میں حکومت پاکستان اور بعض ملانوں کو دوبارہ جنون اٹھا ہے جیسا کہ میں نے پہلے ایک خطبہ میں ذکر کیا تھا اب سندھ کا رخ اختیار کیا ہے اور سندھ میں جو کلمہ مٹانے کی تحریک چلائی جارہی ہے اس میں پولیس کے تشدد کا بہت بڑا دخل ہو گیا ہے۔ ایک ڈسٹرکٹ تھرپارکر کا ڈپٹی کمشنر ایک ملاں ہے جو جب نواب شاہ میں تھا وہاں بھی اس نے فساد مچایا۔ جب یہاں آیا تو اس نے یہ سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کی ہے کہ میں کلمہ چھین کے دکھاتا ہوں، جب اور کوئی شیطان نہیں چھین سکا میں چھین کے دکھاتا ہوں۔ چنانچہ ایک بڑی مہم پولیس کے ساتھ مل کر چلائی گئی کہ احمدیوں کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ کلمہ سے لاتعلقی کا اظہار کر دیں لیکن احمدیوں سے کون کلمہ چھین سکتا ہے؟ ان کا دل نوچ سکتے ہیں لیکن ان سے کلمہ اور اس کا پیار نہیں چھین سکتے۔ چنانچہ چند قیدیں کیں تو بیسیوں اور آگئے۔ بیسیوں قیدیں کیں تو سینکڑوں اور آگئے اور ہزاروں اب تیار بیٹھے ہوئے ہیں، وہ انتظار کر رہے ہیں کہ ہماری باری آئے۔ مجھے دعاؤں کے خط لکھ رہے ہیں، ان کا یہ حال ہے۔ شدید گرمی میں شدید تکلیف میں نہایت ہی گندے اور خوفناک حالات میں جو پاکستان کے قید خانوں کے ہیں ان حالات میں بھی ان مصائب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پھر بھی وہ نہ صرف شوق رکھتے ہیں بلکہ خط لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کریں ہماری باری جلدی آئے اور جانتے ہیں کہ ان کی پولیس کی طرف سے نہایت دردناک اذیتیں بھی دی جارہی ہیں۔

جو اذیت کے واقعات سامنے آئے ہیں ان میں سے چند جن کی ڈاکٹری رپورٹ لی گئی ان کے متعلق رپورٹ یہ ملی ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کے جرم میں ڈاکٹر نے تعجب سے لکھا ہے کہ اتنی خوفناک اذیت دی گئی ہے کہ عام عادی مجرموں کو بھی پولیس اتنی اذیّت نہیں دیا کرتی جتنی تکلیفیں ان نوجوانوں کو پہنچائی گئیں اور ان کا صبر و رضا کا دامن تار تار نہیں کر سکے، ان کی کلمہ کی محبت ان کے دلوں سے نہیں نوچ سکے۔ جو ملنے والے جاتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہم تو ان کو صبر کی تلقین کرنے جاتے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر ہمیں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ کہتے ہیں فکر نہ کرو، ہم تو موجیں کر رہے ہیں۔ جیل کی در و دیوار پر کلمہ لکھا ہوا ہے۔ دن رات وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ورد کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر وہاں پہ جیلوں کی تو فضائیں بدل گئی ہیں اور جب وہ ہتھکڑی پہنتے ہیں تو نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ ہتھکڑی پہنتے ہیں ہتھکڑیوں کو چوم کر پہنتے ہیں۔ تو جہاں تک ان کی کیفیت کا تعلق ہے وہ تو یہ ہے لیکن جو باہر ہیں ان کو اپنی آزادی دکھ دیتی ہے، ان کو اپنا آرام کاٹنے کو دوڑتا ہے ان کے دکھ، جو دکھ والے اپنے دکھوں کو دکھ نہیں سمجھ رہے، باہر والے محسوس کر رہے ہیں۔ ان کی تکلیفوں میں ساری دنیا کا احمدی اس وقت مبتلا ہے۔ عجیب کیفیت ہے یہ کہ جو دکھوں میں سے گزر رہے ہیں وہ اس کو راحت سمجھ رہے ہیں۔ جو راحت اور اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ راحت ان کو دکھ محسوس ہو رہا ہے اور یہ ظالم سمجھ رہے ہیں کہ یہ اسلام کی خدمت ہو رہی ہے۔

صرف اسی پر بس نہیں اور بھی نہایت خوفناک سازشیں ہیں جو مسلسل چل رہی ہیں۔ ابھی کل ہی کا واقعہ ہے کہ سکھر میں ایک دیوبندی مسجد میں اور خاص طور پر اس وقت حکومت کا آلہ کار دیوبندی فرقہ ہی ہے، ایک بم چلایا گیا۔ واقعات کی تفصیل تو حکومت نے ظاہر نہیں کی یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی احمدیوں کو مارنے کے لئے بم بنایا جا رہا ہو پھٹ گیا ہو مگر بہر حال اس مسجد میں ایک بم پھٹا جس سے دو آدمی ہلاک ہو گئے اور سارے شہر میں اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں کہ احمدیوں نے اپنے دو شہداء کا بدلہ اتارنے کے لئے یہ کیا ہے اور تمام احمدیوں کے جان و مال کو خطرہ ہے۔ بار بار نہایت خطرناک قسم کے جلوس نکالے گئے، لوگوں کو انگیخت کیا گیا کہ ان کے جان مال لوٹ لو۔ اور الٹا حکومت کی طرف سے تیرہ احمدیوں کو اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ تم مشکوک ہو۔ جرم تو نہیں کہہ سکتے لیکن اس شک میں گرفتار کر لیا گیا ہے کہ تم نے ہی یہ کروایا ہے حالانکہ ہر گز بعید نہیں کہ خود حکومت کے

کارندوں نے ایسا کروایا ہو کیونکہ جس قسم کا ضابطہ اخلاق اس آمرانہ حکومت کا ہے وہ آپ جانتے ہیں سب دنیا پر کھلا ہوا ہے۔کئی قسم کے امکانات ہیں۔ایک تو جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شریر نے وہاں بیٹھ کر سازش کی ہو اور کئی دفعہ پہلے بھی ہوا تھا ۱۹۷۴ء میں بھی۔ مثلاً اٹک میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک مولوی صاحب کا بیٹا احمدیوں کے اوپر بم پھینکنے کی تیاری کر رہا تھا اور وہ بنا رہا تھا وہ بم سے خود اڑ گیا اور اس کے جرم میں معصوم احمدی جو باہر بیٹھے ہوئے تھے پکڑ لئے گئے۔ ڈی سی ان کو کہتا تھا مجھے پتا ہے آپ کا قصور کوئی نہیں، مجھے پتا تھا کہ یہ خود ظالم ہے لیکن میں مجبور ہوں حکومت وقت کی طرف سے اور عوامی دباؤ کی وجہ سے میں مجبور ہوں۔تو یہ بھی ہو جایا کرتا ہے بسا اوقات۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ بجٹ کا وقت ہے اور کئی قسم کے خطرات تھے حکومت کو کہ سیاسی بے چینی بڑھ جائے گی اور جو Heavy Taxation کی گئی ہے نئی اس کے نتیجہ میں عوام میں بے چینی پھیل جائے گی تو کیوں نہ حکومت کی بجائے اس بے چینی کا رخ احمدیت کی طرف کر دیا جائے۔یہ بھی بعید نہیں ہے۔یہ بھی بعید نہیں ہے کہ کسی بریلوی فرقہ کے آدمی نے یہ سازش کی ہو اور دیو بندیوں سے اپنے بدلے اتارے ہوں اور اس یقین میں اتارے ہوں کہ اس کی سزا تو بہر حال احمدیوں کو ملنی ہے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔یہ بھی اس ملک سے بعید نہیں۔جس ملک میں ضابطہ حیات کوئی نہ رہا ہو وہاں کوئی چیز بھی بعید نہیں ہوا کرتی۔کئی قسم کے احتمالات اور بھی ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ بعض سیاسی پارٹیوں نے یہ دیکھ کر کہ دوسرے ذرائع سے عوام نہیں اٹھ رہے احمدیوں کے خون سے اگر ہولی کھیلی جائے تو پھر یہ پاکستانیوں کے لئے سب سے زیادہ آسان ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اس پر راضی ہو جاتے ہیں۔اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے اور ویسی سازش بھی ہوسکتی ہے جیسے بھٹو صاحب کے زمانے میں جو ’ربوہ سازش‘ کے نام سے مشہور کیس ہے جس کی کارروائی کی تحقیق کی ابھی تک شائع ہی نہیں کی گئی۔بہر حال کئی قسم کے احتمالات ہیں۔

لیکن جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے جو رپورٹیں مل رہی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام جماعت مرد و زن، بوڑھے بچے،سب حوصلوں میں ہیں۔قطعاً خوفزدہ نہیں ہیں۔نہ اس حکومت سے نہ ان کے ملانوں سے، نہ ان ظالموں سے جو لوگوں کی باتیں سن کر تحقیق کے بغیر ناحق خون پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔وہ بڑے حوصلوں میں ہیں اور اللہ پر توکل

رکھتے ہیں اور تمام دنیا کی جماعت کی دعائیں ان کے شامل حال ہیں۔اس لئے میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ یہاں بھی وہی مضمون جاری ہوگا کہ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تکلیف نہیں چاہتا۔ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـــًٔا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ (البقرہ:۲۱۷) بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ تم ایک چیز کو تکلیف کا موجب سمجھ رہے ہوتے ہو لیکن وہ تمھارے لئے بہتر ہوتی ہے۔بعض دفعہ اسی قسم کی آگ سے گلزار پیدا ہو جایا کرتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں کیونکہ وہ قادر مطلق خدا ہے،وہ کبھی بھی جماعت کو اکیلا نہیں چھوڑے گا۔وہ مظلوموں کا حامی ہے اور ازل سے مظلوموں کا حامی ہے اس لئے آپ جانتے ہیں کہ آپ مظلوم ہیں اور معصوم ہیں اور جو دکھ برداشت کر رہے ہیں محض للہ برداشت کر رہے ہیں اس لئے اس رمضان میں خصوصیت کے ساتھ بڑی کثرت کے ساتھ دعائیں کریں بلکہ اس ہفتہ کو خاص دعاؤں کا ہفتہ بنالیں کہ اگلا جمعہ ہمارے لئے خوشیوں کی خبر لے کے آئے ،کوئی دکھ کی خبر نہ لے کے آئے ۔اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کا ساتھی ہو ان کا نگہبان ہو۔ان کو ہر مصیبت اور تکلیف سے بچائے۔ان کے دکھ ہم پر بہت سخت ہیں ان پر سخت ہوں یا نہ ہوں۔